مرض الموت کے تصرفات واحکام

(مفتی نسیم احمد)

۷۔۔۔۔۔ وصیّت اصطلاحِ شرع میں اپنی موت کے بعد اپنے مال کا کسی شخص کو مالک بنادینا وصیت (Testament. Will) کہلاتا ہے، وصیت کی صورت میں موصی کی وفات کے بعد ہی موصی لہٗ کو موصی بہ میں ملکیت حاصل ہوتی ہے، مرض الموت میں وصیت کی حسبِ ذیل صورتیں ہوں گی؛

الف:۔ مریض کا کوئی وارث ہے یا نہیں۔

ب:۔ اس نے کسی اجنبی کے حق میں وصیت کی یا اپنے وارث کے حق میں۔

ج:۔ ایک تہائی مال کی وصیت کی یا اس سے زیادہ مال کی۔

د:۔ ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کی صورت میں ورثہ نے اس کی اجازت دی یا نہیں

۱۔۔۔۔۔ ایسے مریض کی وصیت جس کا کوئی وارث نہ ہو؛

ہبہ کی بحث میں یہ بات گزر چکی ہے، کہ ائمۂ احناف بیت المال کو وارث تسلیم نہیں کرتے ہیں، اسی بنیاد پر ان کے نزدیک ایسے شخص کیلئے جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کی اجازت ہے کہ وہ اپنے سارے مال کو بطورِ ہبہ کسی شخص کو دیدے، بیت المال کو اس کے ترکہ میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہوگا، اور چوں کہ مریض کے ہبہ کو اس کی وصیت پر قیاس کیا جاتا ہے لہٰذا جس طرح اس کے لیے پورے مال کا ہبہ درست ہے اسی طرح پورے مال کی وصیت بھی درست ہوگی، حنابلہ کا بھی یہی قول مختار ہے، ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے:

> "پس وہ شخص جس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کے لیے پورے مال کی وصیت جائز ہوگی یہی مذہب مختار ہے، اور اسی پر ہمارے جمہور اصحاب حنابلہ کا فتویٰ ہے" [۳]

---

[۱] المغنی لابن قدامہ حنبلی ۴/۴۸۸ [۲] المدونۃ ۱۳/۱۲۷ [۳] المغنی ۷/۱۹۲ ۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

۲ــــــ اجنبی کیلئے وصیت کا حکم:

اگر مریض نے کسی اجنبی کے لیے اپنے مال کی وصیت کی تو اسکی دو صورتیں ہوں گی:

(الف) ایک تہائی یا اس سے کم مال و جائداد کی وصیت کی اور اس کے اوپر کسی کا دین بھی نہیں ہے،

(ب) ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی۔

پہلی صورت میں جب کہ ایک تہائی یا اس سے کم کی وصیت کی گئی باتفاق علماء امت یہ وصیت جائز اور نافذ قرار پائے گی، اس لیے کہ ایک تہائی مال میں مریض کو مرض الموت میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔[۱]

ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کی صورت میں وصیت باطل قرار پائے گی یا ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگی، اس سلسلہ میں حنفیہ، شافعیہ کا ایک قول، امام احمد کا ظاہر مذہب اور بعض مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ ورثہ کی اجازت سے وصیت جائز اور نافذ قرار پائے گی، یعنی وہ ورثہ جن کو شریعت اسلامی تبرع کا اہل سمجھتی ہے ان کی اجازت معتبر ہوگی، اگر سارے ورثہ نے اجازت دیدی تو جتنے مال کی وصیت کی گئی ہے وہ درست قرار پائے گی اور اگر تمام ورثہ نے اجازت نہیں دی تو اجازت دینے والوں کے حصّے ہی میں وصیت نافذ ہوگی، مالکیہ کا مذہب مشہور، امام شافعیؒ کا قول ثانی، امام احمد کی ایک روایت، ظاہریہ اور شوافع میں سے امام مزنی کا مسلک یہ ہے کہ ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت باطل قرار پائے گی،[۲]

جن ائمہ کے نزدیک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے، ان حضرات کے نزدیک ورثہ کی اجازت وصیت کرنے والے کی زندگی میں معتبر نہیں ہوگی، بلکہ اس کی وفات کے بعد ورثہ کی طرف سے دیجانے والی اجازت معتبر قرار پائے گی، امام ابوبکر جصاص رازی نے تحریر فرمایا ہے:

> "فقہاء کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی اور اس کی زندگی میں ورثہ نے اس وصیت کے جواز کی اجازت دیدی،

---

[۱] المغنی لابن قدامہ حنبلی ۱۹۲/۷ [۲] تصرفات المریض مرض الموت /۷۶ ـ ۱۷۵۔

یا اس نے اپنے بعض ورثہ کیلئے وصیت کی اور دوسرے ورثہ نے اس کی زندگی میں اس کی اجازت دیدی تو حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمدؒ، امام زفر، حسن بن زیاد، حسن بن صالح، عبداللہ بن حسن اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ زندگی میں دیجانے والی اجازت معتبر نہیں، اس کے مرنے کے بعد دیجانے والی اجازت ہی معتبر قرار پائیگی ابن ابی لیلی اور فقیہ عثمان البتی کا مسلک یہ ہے کہ یہ اجازت بھی معتبر قرار پائے گی اور مورث کی وفات کے بعد ورثہ کو اس سے رجوع کا حق حاصل نہیں ہوگا "[1]

۳ــــ وارث کیلئے وصیت کا حکم :

اگر مرض الموت میں مریض نے اپنے کسی وارث کے حق میں وصیت کی تو شرعًا اس وصیت کا کیا حکم ہوگا، آیا وہ وصیت جائز قرار پائے گی یا باطل ہوگی، اس سلسلہ میں ائمہ کی آرا حسب ذیل ہیں :

(۱)ــــ مالکیہ میں سے ابن ماجشون، عبدالحکیم اور ظاہریہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ وصیت باطل قرار پائیگی، علامہ ابن قدامہ حنبلی نے امام احمد بن حنبل کا بھی ایک قول اسی کے مطابق نقل کیا ہے، ان حضرات نے وارث کے حق میں وصیت کے بطلان پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل ارشاد گرامی سے استدلال کیا ہے :

"إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ" [2]

(۲)ــــ دوسری رائے جمہور علماء کی یہ ہے کہ وارث کے حق میں وصیت دیگر ورثہ کی اجازت سے جائز و نافذ قرار پائے گی، البتہ ورثہ کی اجازت اسی وقت معتبر قرار پائے گی، جب یہ اجازت مورث کی دفات کے بعد پائی جائے، مورث کی زندگی میں دیجانے والی اجازت معتبر نہیں ہوگی۔

جمہور علماء نے وارث کے حق میں وصیت کے جواز پر ان احادیث وآثار سے استدلال کیا ہے جن میں وارث کے حق میں وصیت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے :

"لَا تَجُوزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْوَرَثَةُ" [3]

---

[1] الباجوری ۲/۸۶ [2] رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ واحمد [3] بحوالہ تصرفات المریض مرض الموت ص۱۸۹

۸ــــــ وقف

حالت مرض الموت میں وقف کی حسب ذیل صورتیں ہوں گی:

(الف) مریض نے اپنے وارث کے حق میں وقف کیا یا کسی اجنبی کے حق میں۔

(ب) اپنے ایک تہائی مال کو وقف کیا یا ایک تہائی سے زیادہ کو۔

(ج) مریض کے ذمہ دین تھا یا نہیں۔؟

الف ــــــ اجنبی کے حق میں وقف کا حکم:

اجنبی کے حق میں مریض کی طرف سے کیا جانے والا وقف وصیت کے حکم میں ہے، ایک تہائی کی حد تک وقف درست قرار پائے گا، ایک تہائی سے زیادہ کی صورت میں وقف کا نفاذ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا، اجازت کی صورت میں وقف جائز اور نافذ ہوگا، اور اجازت نہیں ملنے کی صورت میں وقف درست قرار نہیں پائے گا، جامع الفصولین میں ہے:

"اگر کسی مریض نے اپنی بیماری کی حالت میں اپنا گھر وقف کر دیا تو یہ وقف ایک تہائی مال کی حد تک درست قرار پائے گا، ایک تہائی سے زیادہ کی صورت میں ورثہ کی اجازت سے وقف جائز قرار پائے گا، اگر ورثہ کی طرف سے اجازت نہیں پائی جائے تو ایک تہائی سے زیادہ میں وقف باطل قرار پائے گا، اگر ورثہ میں سے بعض اجازت دیدیں تو صرف ان کے حصہ کی حد تک وقف جائز قرار پائے گا اور باقی میں وقف باطل قرار پائے گا" [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے تحریر کیا ہے:

"جس شخص نے اپنے مرض الموت میں اپنی کوئی چیز وقف کی یا یہ کہا کہ یہ چیز میرے مرنے کے بعد وقف قرار پائے گی تو ایک تہائی مال کی حد تک وقف درست قرار پائے گا ایک تہائی سے زیادہ وقف کرنے کی صورت میں وقف کا نفاذ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا" [2]

---

[1] جامع الفصولین ۲/۲۴۳ [2] المغنی ۵/۵۱۳۔

ب ــــــ وارث کے حق میں وقف کا حکم :

وارث کے حق میں وقف کرنے کی صورت میں یا تو ایک تہائی مال کی حد تک وقف کیا گیا یا اس سے زیادہ، اس صورت میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ ایک تہائی یا اس سے کم کی صورت میں وقف درست قرار پائے گا، اس لیے کہ ایک تہائی مال میں مریض کو تصرف کرنے کا اختیار حاصل رہتا ہے۔ ایک تہائی سے زیادہ کے وقف کی صورت میں ورثہ کی اجازت پر وقف کا جواز اور نفاذ موقوف ہوگا۔ ؎۱

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس مسئلہ میں امام احمد بن حنبلؒ سے دو قول نقل کیے ہیں ایک قول کے مطابق مریض کے وقف کا جواز ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا، ابوحفص العکبری اور ابن عقیل کا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ ورثہ کے حق میں بھی وقف درست ہے جیسا کہ اجنبی اشخاص کے حق میں درست ہے البتہ وقف کا جواز صرف ایک تہائی مال کی حد تک محدود ہوگا، ؎۲

شافعیہ کے نزدیک مریض ایک تہائی مال سے زیادہ وقف کرے یا اس سے کم ہر صورت میں جواز وقف ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا، ؎۳

مالکیہ کے نزدیک سرے سے ورثہ کے حق میں وقف باطل ہے، ان کے نزدیک وصیت کی طرح وقف بھی باطل ہے، ؎۴

ج ــــــ مدیون مریض کے وقف کا حکم :

ایسا مریض جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو، اور قرض کی مقدار اس کے مال کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو ایسے مریض کا وقف درست قرار نہیں پائے گا، البتہ اگر اصحاب دین اس وقف کے جواز کو تسلیم کرلیں تو ان کی اجازت سے وقف درست قرار پائے گا، "جامع الفصولین" میں ہے :

"کسی مریض نے اپنا گھر وقف کردیا اور اس کے ذمہ دین ہے جو اس کے مال کو محیط ہے"

؎۱ ردالمحتار ۳۹۶/۴۔ ؎۲ الانصاف ۱۴۳/۷ ؎۳ الافصاح ۲۸۷/۲۔

؎۴ الدسوقی ۸۲/۴ ۔

تو اس کا وقف ٹوٹ جائے گا اور اس کا مال فروخت کر دیا جائے گا" (تاکہ دین کی ادائگی کی جا سکے) [1]

البتہ اگر دین پورے ترکہ کو محیط نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر اصحاب دیون اس کے وقف کی اجازت دیدیں تو وقف نافذ قرار پائے گا اور اگر اصحاب دیون اجازت نہ دیں تو سب سے پہلے اس کے ترکہ سے لوگوں کے قرضے ادا کیے جائیں گے، پھر باقی ماندہ مال کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے گا کہ وقف کردہ مال کی مقدار کتنی ہے اگر ایک تہائی یا اس سے کم ہے تو وقف جائز و درست قرار پائے گا۔ [2]

۹۔ طلاق

مرض الموت میں طلاق دینے کی صورت میں حسب ذیل صورتیں پیدا ہوں گی :

(الف) ۔ شوہر نے اپنی رضامندی سے بیوی کے مطالبۂ طلاق کے بغیر طلاق دیدی یا بیوی کے مطالبہ پر طلاق دی۔

(ب) ۔ طلاق عورت کو دخول سے پہلے دی گئی یا دخول کے بعد۔

(ج) ۔ طلاق رجعی دی گئی یا بائن، نیز یہ کہ طلاق کی صورت میں شوہر کا انتقال عورت کی عدت کے دوران ہوا یا انقضائے عدت کے بعد۔

(د) ۔ طلاق کی صورت میں زوجین پر جبر واکراہ کیا گیا یا ان دونوں نے اپنی رضامندی سے یہ قدم اٹھایا، ان صورتوں کے احکام حسب ذیل ہیں :

دخول سے پہلے طلاق دینے کا حکم ——— اگر مریض نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو دخول (ہمبستری یا خلوت صحیحہ) سے پہلے طلاق دیدی تو اس صورت میں اس طلاق کا حکم کیا ہوگا، واقع ہوگی یا نہیں، مہر، عدت اور ترکہ کے احکام کیا ہوں گے، اس سلسلہ میں علامہ ابن قدامہ حنبلی نے فقہاء کے حسب ذیل چار اقوال نقل کیے ہیں :

(۱) اس عورت کو پورا مہر اور میراث ملے گی اور اس پر عدت وفات واجب ہوگی، حسن عطاء، ابوعبید کا یہی مسلک ہے۔

---

[1] جامع الفصولین ۲/۲۴۴ [2] تصرفات المریض مرض الموت / ۱۳

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ وہ عورت جسے طلاق دی گئی ہے مہر اور ترکہ کی حقدار ہوگی اور اس پر عدت واجب نہیں ہوگی، امام عطاء کا قول ثانی یہی ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس عورت کو نصف مہر اور ترکہ ملے گا اور اس پر عدت واجب ہوگی۔ ابو عبید نے امام مالک سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔

(۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ وہ عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی اور اس پر عدت واجب ہوگی۔ البتہ نصف مہر کی حقدار ہوگی، جابر بن زید نخعی، ابو حنیفہ، شافعی اور اکثر اہل علم کا مسلک یہی ہے، امام احمد بن حنبل نے بھی جابر بن زید اور اکثر اہل علم کے قول کو اختیار کیا ہے، [۱]

ان اقوال میں سے چوتھی رائے زیادہ مناسب اور الیق بالفقہ ہے۔

طلاق رجعی دینے کی صورت میں حکم شرعی ——— اگر مریض نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق رجعی دیدی اور بیوی کی عدت میں ہی اس کی موت ہوگئی تو اس صورت میں عورت ترکہ کی حقدار ہوگی، اس لیے کہ طلاق رجعی کی صورت میں رشتۂ نکاح قائم رہتا ہے اسی لیے شوہر کو عقد جدید کے بغیر اس سے حق رجعت حاصل رہتا ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"اگر مرد نے اپنی بیوی کو حالت صحت یا حالت مرض میں طلاق رجعی دی، چاہے عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو یا اس کی رضامندی کے بغیر اور پھر اس عورت کی عدت کے دوران ہی اس کا انتقال ہوگیا یا بیوی انتقال کرگئی تو ایسی صورت میں ان دونوں کے درمیان وراثت جاری ہوگی اور اس پر اجماع ہے" [۲]

فتح القدیر میں ہے:

"وہ طلاق جس سے تم کو حق رجعت حاصل رہتا ہے عورت تمام صورتوں میں میراث کی حقدار ہوگی، چاہے شوہر نے اس کے سوال پر طلاق دی ہو یا اس کے سوال کے بغیر اپنی طرف سے طلاق دی ہو" [۳]

---

[۱] المغنی ۶/۳۲۴ [۲] الفتاویٰ ہندیۃ ۱/۴۶۲۔

[۳] فتح القدیر ۳/۱۵۸۔

● **طلاق بائن کا حکم** ——— اگر مریض نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دیدی پھر اس کا انتقال ہوگیا اور اس کی موت اس کی عدت کے دوران ہوگئی تو حنفیہ کے نزدیک وہ عورت ترکہ کی حقدار ہوگی، عدت گزرنے کے بعد موت ہونے کی صورت میں عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی، اسی طرح اگر بیوی کے مطالبۂ طلاق پر شوہر نے مرض الموت میں طلاق دی تو وہ عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

> "اگر کسی عورت کو طلاق بائن دیدی یا تین طلاق دیدی پھر اس کی عدت کے دوران ہی اس کا انتقال ہوگیا تو وہ عورت ترکہ کی حقدار ہوگی اور اگر عدت گزرنے کے بعد اس کا انتقال ہوا تو وہ ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی، یہ اس صورت میں ہے جب کہ عورت کو اس کے مطالبۂ طلاق کے بغیر طلاق دی گئی ہو، اور اگر اس کی طرف سے مطالبہ کی صورت میں طلاق دی گئی تو وہ مستحق ترکہ نہیں ہوگی"[1]

حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے، صحابہ میں حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ سے یہی قول نقل کیا گیا ہے، عروۃ، شریح، حسن، شعبی، نخعی، ثوری، ابن ابی لیلی اور امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے۔[2]

حنابلہ میں سے صاحب المطالب اور صاحب الفروع کی رائے یہ ہے کہ عورت نکاح ثانی تک ترکہ کی حقدار ہوگی، کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی صورت میں وہ ترکہ کی حقدار نہیں رہے گی۔[3]

امام مالک کے نزدیک بھی عورت ترکہ کی حقدار ہوگی۔[4]

امام شافعی کے قول جدید کے مطابق عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی۔[5]

● **طلاق فار کا حکم** ——— طلاق فار کی حسب ذیل شرطیں ہیں:

(۱) شوہر نے اپنی رضامندی سے حالت مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دی ہو اگر حالت جبر واکراہ میں طلاق دی گئی اور اکراہ ایسا ہو جس میں اس کے جسم کے کسی حصہ کو تلف کرنے کی دھمکی دی گئی ہو تو ایسے اکراہ کی صورت میں دی جانے والی طلاق پر طلاق فار کا

---

[1] فتاویٰ ہندیہ ۱/۴۶۲ [2] المغنی لابن قدامہ ۶/۳۲۹-۳۳۰ [3] مطالب اولی النہی ۴/۶۵۲ الفروع ۲/۹۹۲ [4] المدونہ ۶/۳۴ [5] الام ۵/۲۳۵۔

حکم نہیں لگے گا۔

(۲) طلاق عورت کے مطالبہ اور اس کی رضامندی سے نہیں دی گئی ہو۔

(۳) کسی بھی سبب سے شوہر کا اسی مرض میں انتقال ہو جائے۔

(۴) شوہر کی وفات عورت کی عدت کے دوران ہو جائے۔

(۵) طلاق کے وقت عورت مستحق ترکہ ہو۔

(۶) طلاق کے وقت سے لیکر شوہر کی موت تک برابر عورت میراث کی اہل باقی رہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں طلاقِ فار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اگر شوہر پر طلاق کے سلسلہ میں اکراہ کیا گیا اور یہ اکراہ ایسا ہو جس میں کسی عضو کے تلف کرنے کی دھمکی دی گئی ہو تو طلاق فار قرار پائے گی" [۱]

طلاق فار کی صورت میں عورت ترکہ کی حقدار قرار پاتی ہے اور حالت مرض میں شوہر کے طلاق دینے کا مقصد اس کے حق ترکہ کا ابطال ہوتا ہے جسے شریعتِ اسلامی تسلیم نہیں کرتی ہے، حسبِ ذیل صورتوں میں طلاق فار کا حکم جاری نہیں ہوگا:

ا۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی کی خواہش اور اس کے مطالبہ پر حالت مرض میں طلاق دی تو اس کی طلاق طلاق فار نہیں قرار پائے گی، اور اس کے ترکہ کی حقدار نہیں قرار پائے گی، اس کا سبب یہ ہے کہ شوہر نے اپنے ارادہ اور اختیار اور اپنی خواہش کے مطابق طلاق دے کر اسے اس کے حق سے محروم کرنا نہیں چاہا کہ عورت نے خود اپنا حق اپنی رضامندی سے ختم کرایا، حنفیہ، اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے، "جامع الفصولین میں ہے:

"اگر شوہر نے اپنی بیوی کو مرض الموت میں اس کے حکم سے طلاق بائن دیدی تو عورت اس کی موت کے بعد ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی اور اگر اس کے حکم کے بغیر اسے طلاق بائن دیدی اور عدت کے دوران ہی شوہر کا انتقال ہوگیا تب بھی وہ مستحق ترکہ ہوگی، البتہ عدت گزرنے کے بعد شوہر کی موت کی صورت میں ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی، امام مالک اور

---

[۱] فتاویٰ ہندیۃ ۱/۴۶۳۔

ابن ابی لیلی کی رائے یہ ہے کہ وہ میراث کی حقدار ہوگی۔"[1]

فقہ حنبلی کی معروف کتاب "الکافی" میں ہے :

"اور اگر شوہر نے اپنے مرض الموت میں عورت کے اختیار اور حکم سے اسے طلاق بائن دیدی، بایں طور کہ عورت نے اس سے طلاق کا مطالبہ کیا تھا تو ایسی صورت میں رشتۂ زوجیت منقطع ہوجانے کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوگی[2] امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اس قسم کے مسائل میں عورت مستحق ترکہ ہوگی، مگر صاحب انصاف" نے ذکر کیا ہے کہ صحیح روایت یہ ہے کہ عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی۔"[3]

۲۔۔۔ اگر شوہر نے مرض الموت میں بیوی کی طلاق کو اس کے کسی ایسے فعل پر معلق کردیا، جس کے کرنے پر وہ مجبور نہ ہو اور عورت بآسانی اس کام سے اپنے نفس کو روک سکتی ہو، مگر عورت نے اس فعل کو کرلیا تو ایسی صورت میں حنفیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک وہ عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی۔[4]

۳۔۔۔ اسی طرح اگر شوہر نامرد (مجبوب، عنین) ہو جو بیوی کے ساتھ ہمبستری کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اگر ایسے شوہر سے اس کی بیوی حالت مرض الموت میں علیحدگی کا مطالبہ کرے اور دوران عدت ہی اس کا انتقال ہوجائے تو ایسی صورت میں وہ عورت مستحق ترکہ ہوگی یا نہیں ؟

"جامع الفصولین" میں ہے :

" اور اگر میاں بیوی کے درمیان مرض الموت میں تفریق ہوگئی پھر عدت کے دوران ہی عورت کا انتقال ہوگیا اور یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہو، جیسے عورت نے شوہر کے مجبوب یا عنین یا لعان کی وجہ سے علیحدگی چاہی تو اس کی میراث شوہر کو نہیں ملیگی[5]

---

[1] جامع الفصولین ــ ۲۳۸/۲ [2] الکافی ۵۶۱/۲ [3] الانصاف ۳۵۴/۷ ۔

[4] رد المحتار ۳۹۱/۳ ، الانصاف ۳۹۴/۷ ۔

[5] جامع الفصولین ۲۴۰/۲ ۔

۹۔ اسی طرح اگر شوہر نے اپنی عورت کو مرض الموت میں طلاق دیدی، طلاق دینے کے بعد عورت (العیاذ باللہ) مرتد ہوگئی تو شوہر کی موت کی صورت میں وہ عورت اس کے ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی، اسی طرح اگر دونوں ایک ساتھ مرتد ہو جائیں تو ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوگی، اس لیے کہ مرتد نہ تو کسی مسلمان کا وارث ہوتا ہے اور نہ کسی کافر کا اور نہ ہی کسی مرتد کا۔ کیوں کہ مرتد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ہے، صاحب "تبیین الحقائق" نے تحریر کیا ہے:

"اگر عورت کو طلاق بائن دیدی گئی پھر وہ مرتد ہوگئی پھر اسلام لے آئی، اسی دوران اس شخص کا انتقال ہوگیا تو وہ عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی، اس لیے کہ ارتداد کے ذریعہ اس نے اپنی اہلیت وراثت کو ختم کر ڈالا" [۱]

۱۰۔ **لعان** اگر مرض الموت کی حالت میں بیوی کو تہمت لگائی جائے جس کے نتیجہ میں زوجین کے مابین لعان ہو تو حنفیہ کے نزدیک عورت وراثت کے حقدار ہوگی، اس میں کسی حنفی عالم کا اختلاف نہیں ہے، بدائع میں ہے:

"اگر بیوی کو مرض الموت میں تہمت لگایا یا اس نے لعان کیا تو سارے فقہاء احناف کے قول کے مطابق وہ وراثت کی حقدار ہوگی" [۲]

مبسوط سرخسی میں ہے:

"اور جب مریض نے اپنی شریک حیات کو تہمت لگائی اور اس سے لعان کی جس کے نتیجہ میں دونوں کے مابین تفریق کردی گئی پھر شوہر کا انتقال ہوگیا تو وہ عورت مستحق ترکہ ہوگی، اس لیے کہ تفریق کا سبب شوہر کی طرف سے پایا گیا، اور وہ سبب اس کے مال میں عورت کے حق کے متعلق ہو جانے کے بعد اس پر تہمت لگانا ہے" [۳]

البتہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی پر حالت صحت میں تہمت لگائی اور اس سے مرض الموت میں لعان کیا تو ایسی صورت میں بھی حنفیہ کے نزدیک عورت ترکہ کی حقدار ہوگی، امام محمدؒ کی رائے

---

[۱] تبیین الحقائق ۲/۲۵۰ [۲] البدائع ۳/۲۲۲ [۳] المبسوط للسرخسی ۶/۱۶۴۔

یہ ہے کہ اس صورت میں وہ عورت ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی'۔ [1]

۱۱۔۔۔۔اقرار مرض الموت میں اقرار کرنے کی صورت میں یا تو اقرار اپنے تمام مال کے بارے میں ہوگا یا ایک تہائی مال کے بارے میں پھر یہ اقرار یا تو کسی وارث کے حق میں ہوگا یا کسی اجنبی کے حق میں۔

(ا) اجنبی کے حق میں اقرار ۔۔۔۔۔۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق حالت مرض الموت میں اجنبی کے حق میں مال سے متعلق اقرار جائز ہے، مجلہ میں ہے:

"مریض کا اقرار کسی اجنبی کیلئے جو مرض الموت میں اس کا وارث نہ ہو درست ہے، چاہے یہ اقرار کسی عین سے متعلق ہو یا دین سے، اور چاہے یہ اقرار اس کے سارے مال کو شامل ہو"۔[2]

علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں تحریر کیا ہے:

"اگر کسی اجنبی کیلئے اقرار کیا اور اس کے ذمہ حالت صحت کا دین نہ ہو تو احساناً تمام ترکہ کی حد تک اس کا اقرار درست قرار پائے گا، قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ صرف ایک تہائی ترکہ کی حد تک اقرار درست ہونا چاہئے، وجہ قیاس یہ ہے کہ ایک تہائی سے زیادہ مال میں ورثہ کا حق متعلق ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ صرف ایک تہائی ترکہ کی حد تک اسے تبرع کی اجازت حاصل ہوتی ہے، مگر قیاس کو اثر صحابی کی وجہ سے ترک کردیا گیا ہے، اور وہ اثر حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ ارشاد گرامی ہے: "جب مریض نے کسی اجنبی کیلئے دین کا اقرار کیا تو یہ اقرار تمام ترکہ کی حد تک درست قرار پائے گا، صحابہ سے اس قول کی مخالفت ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ بمنزلہ اجماع ہوگا"۔[3]

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"اقرار المریض بالدین للاجنبی بجمیع المال جائز اذا لم یکن علیه دین الصحة"۔[4]

---

[1] فتح القدیر ۱۵۸/۳ [2] مجلة، المادة / ۱۶۰ [3] البدائع ۲۲۴/۷ [4] الفتاوی الهندیة ۱۷۷/۴۔

"مریض کا اقرار دین کسی اجنبی کے حق میں تمام مال سے متعلق جائز ہے، بشرطیکہ اس پر حالتِ صحت کا دین نہ ہو"۔

ان عبارات فقہیہ کا ماحصل یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مرض الموت میں کسی اجنبی کے حق میں چاہے عین کا اقرار کیا جائے یا دین کا اور یہ اقرار چاہے پورے ترکہ کو کیوں نہ شامل ہو ایک شرط کے ساتھ اقرار درست قرار پائے گا، اور وہ شرط یہ ہے کہ مریض پر حالت صحت کا دین نہ ہو، حضرت امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے کہ اجنبی کے حق میں اقرار درست ہے چنانچہ "صاحب نہایۃ المحتاج" نے لکھا ہے:

"مرض الموت میں مریض کا اقرار کسی اجنبی کے حق میں مال کے بارے میں جائز ہے چاہے یہ اقرار کسی عین کے بارے میں ہو یا دین سے متعلق پس اس اقرار کے مطابق اس کے راس المال سے بالاتفاق اس کی ادائے گی ہوگی، جیسا کہ امام غزالی سے منقول ہے[1]"

مذہب مالکی کے مطابق بھی اجنبی کے حق میں اقرار جائز ہے۔[2]

فقہ حنبلی میں اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں مگر قول صحیح یہ ہے کہ اجنبی کے حق میں اقرار درست ہے، صاحب النکت نے تحریر کیا ہے:

"إقرار المريض بالمال لغير وارث فيه روايتان، اصحهما قبوله"[3]

(۲) — وارث کے حق میں اقرار — حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اپنے وارث کے حق میں اقرار باطل ہے، البتہ اگر دیگر ورثہ اس کی اجازت دیدیں تو پھر اقرار درست قرار پائے گا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"مریض کا اقرار اپنے وارث کے حق میں جائز نہیں ہے ہاں اگر دیگر ورثہ اجازت دیدیں تو اقرار جائز قرار پائے گا، پس اگر مقر لہ بوقت اقرار مریض کا وارث ہو، اور اسی طرح مریض کی موت تک وارث باقی رہے تو اس کے حق میں اقرار باطل قرار پائے گا لیکن اگر مقر لہ بوقت اقرار مریض کا وارث تھا مگر اقرار کے بعد وارث باقی نہیں

---

[1] نہایۃ المحتاج ۵/ ۶۹ [2] الخرشی ۶/ ۸۸ [3] النکت ۲/ ۳۷۶۔

رہا، اور مریض کی وفات تک وہ اسی حال پر قائم رہا، مثلاً کسی شخص نے اپنے بھائی کے حق میں اقرار کیا اور بہ وقت اقرار اسے لڑکا نہیں تھا پھر اسے لڑکا پیدا ہوگیا اور یہ لڑکا مریض کی وفات تک زندہ رہا تو بھائی کے حق میں اقرار جائز قرار پائے گا۔'' [۱]

مجلہ میں ہے:

"اگر کسی شخص نے اپنے مرض الموت میں اپنے کسی وارث کے حق میں دین یا عین کا اقرار کیا پھر اس کی موت ہوگئی تو اس کا اقرار دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ اجازت دیدیں تو اقرار معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔'' [۲]

حنابلہ کے نزدیک بھی وارث کے حق میں اقرار باطل ہے، صرف بیّنہ یا دیگر ورثہ کی اجازت کی صورت میں اقرار درست قرار پائے گا، "منتهى الارادات" میں ہے:

"اگر کسی نے وارث کے حق میں اقرار کیا تو صرف بینہ یا اجازت کی صورت میں ہی وہ اقرار معتبر ہوگا۔'' [۳]

اگر مریض نے مرض الموت کی حالت میں ایک ہی ساتھ اپنے وارث اور کسی اجنبی کیلئے اقرار کیا تو فقہ حنبلی کی رو سے وارث کے حق میں اقرار باطل قرار پائے گا اور اجنبی کے حق میں درست ہوگا، علامہ ابن قدامہ حنبلی نے "المغنی" میں تحریر کیا ہے:

"اور اگر اقرار کیا وارث اور اجنبی کے حق میں تو اقرار وارث کے حق میں باطل قرار پائے گا اور اجنبی کے حق میں اقرار درست قرار پائے گا۔'' [۴]

شافعیہ اور امامیہ کے نزدیک وارث کے حق میں مریض کا اقرار درست ہے، علامہ باجوری نے لکھا ہے:

" یصح اقرارہ فی مرضہ لوارثہ علی المذھب کالاجنبی" [۵]

---

[۱] فتاوی ھندیہ ۱۷۶/۴

[۳] منتھی الارادات ۶۸۶/۲ [۴] المغنی لابن قدامہ ۱۷۹/۵

[۵] الباجوری ۷/۲۔

☆ گستاخ رسول کسی رعایت کا مستحق نہیں ☆